نمبر ۹۵ | مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۳ء یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۳ شوال ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۸۔ فروری تین بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ کل شام حضور کو [illegible] ہوگیا۔ اور رات بھر بخار اور کھانسی سے تکلیف رہی۔ آج صبح بخار کم تھا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت عطا فرمائے۔

توسیع مسجد اقصےٰ کی جو تحریک اسی پرچہ میں درج ہے۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مبلغ دو صد روپیہ عطا فرمایا ہے۔

مولوی غلام احمد صاحب مجاہد اور مولوی محمد عبد اللہ صاحب اعجاز ۷۔ فروری کو تبلیغ کے لئے بہاولپور بھیجے گئے۔

ساحل بمبئی پر مبلغین اسلام کی انگلستان کو روانگی کا شاندار نظارہ

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے کے گلے میں تمام احمدیوں کی طرف سے پھولوں کے ہار

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے مبلغ انگلستان اور مولوی حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ چار فروری کو نو بجے صبح بذریعہ فرانٹیر میل بالعزم انگلستان بمبئی پہنچے۔ ریلوے سٹیشن پر احمدی احباب استقبال کے لئے موجود تھے۔ گاڑی سے اتر کر احباب سے مصافحہ اور معانقہ کر کے ہر دو اصحاب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کی ملاقات کے لئے ان کی دوکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ساحل بمبئی کے عظیم الشان ہال میں

جب بے نظیر تقریب۔ جو دل گداز اور رقت آمیز تقریب عمل میں لائی گئی۔ وہ نہ صرف سلسلۂ احمدیہ بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں بے مثل اور قابل یادگار ہے۔ احمدی مبلغ بہی مدت سے غیر ممالک کو جا رہے اور دوسرے فرقوں کے بڑے بڑے لیڈر سیاسی و مذہبی بھی ہمیشہ غیر ممالک کو جاتے رہتے ہیں۔ لیکن آج کے روز جناب درد صاحب کی روانگی کے وقت بیلارڈ پیر کے دلفریب اور عظیم الشان ہال کی چھت کے نیچے اور سمندر کی موجوں کے متصل اسلام اور سلسلہ کا درد

رکھنے والے درد سے جو عہد لیا گیا۔ اور جس انداز اور روحانیت سے معمور طریق پر ادا کیا گیا۔ اس کو ہال کی در و دیوار ابد تک فراموش نہ کر سکے گی ؞

تفصیل یہ ہے۔ کہ مبلغین کی آمد سے چند گھنٹے پیشتر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک تار سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کو موصول ہوا۔ جس میں حضور نے حکم دیا تھا۔ کہ مبلغ انگلستان سے حلف لیا جائے۔ کہ وہ کسی بنی نوع انسان کے متعلق ill feelings کو اپنے دل میں جگہ نہ دے گا۔ علاوہ ازیں پانچ پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالے جائیں۔ اس ارشاد کی تعمیل میں سلسلہ کے پرانے خادم اور مشہور اہل قلم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے (جنہیں حضور نے اس کام کے لئے نامزد فرمایا تھا) درد صاحب سے موجودگی جماعت بمبئی با آواز بلند حلف اور عہد لیا۔ بعد ازاں سیٹھ صاحب نے پھولوں کا ایک ہار منجانب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور چار ہار یکے بعد دیگرے منجانب احمدیانِ شمال و جنوب۔ مشرق و مغرب درد صاحب کے گلے میں ڈالے۔ پھر سب احباب نے کھڑے ہی کھڑے نہایت رقت۔ نہایت سوز و گداز۔ اور تضرع سے دعا کی۔ بہت سے انگریز لیڈیاں اور ہندوستانی اس نظارہ کو حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے تھے۔ فوٹوگرافروں نے فوٹو لئے۔ ٹائمز آف انڈیا کے نمائندہ نے کل کیفیت نوٹ کی۔ روانگی جہاز کا وقت ہو گیا۔ ایک بجے جہاز لنگر اٹھا کر ہمارے مبلغین کو وادی مغرب کی طرف لے کر روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ اور انہیں شوکتِ اسلام اور پیغام احمدیت پہنچانے کی بیش از بیش توفیق دے ؞

درد صاحب نے پہلے ۵ سال کے قریب لنڈن میں بحیثیت مبلغ اور امام مسجد لنڈن کام کیا تھا۔ اور اپنے عہد کو نہایت کامیاب ثابت کیا تھا۔ اب دوبارہ انتخاب کئے جانے کی سعادت اور خوش بختی پر جس قدر سجدات شکر بجا لائیں۔ کم ہے ؞

خاکسار شیخ محمد شفیع لودہانوی۔ از بمبئی ؞

نام میں تبدیلی کا اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے میرے برادر زادہ پروفیسر اخوند غلام حسن خاں ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن) آف ڈیرہ غازی خاں کا نام بجائے غلام حسن کے محمد عبد القادر تجویز فرمایا ہے۔ اس لئے آئندہ عزیز موصوف کو اس نئے نام سے مخاطب کیا جائے

اسلامیہ کالج لاہور کے احمدی طلباء کا جلسہ

۴۔ فروری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب اسلامیہ کالج لاہور کے احمدی طلباء کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت مسٹر محمد عبد اللہ بی۔ اے احمدیہ ہوسٹل میں منعقد ہوا۔ اور مندرجہ ذیل قراردادیں بالاتفاق آراء منظور ہوئیں:

۱۔ یہ جلسہ پرنسپل صاحب اسلامیہ کالج سے درخواست کرتا ہے۔ کہ اخبار "زمیندار" کا داخلہ کالج کے ریڈنگ روم میں بند کیا جائے کیونکہ یہ کالج کے ستر احمدی طلباء کے جذبات کو مجروح کرتا ہے۔ جو کالج کے ریڈنگ روم کے چندہ میں شرکت رکھتے ہیں ؞

۲۔ یہ جلسہ پرنسپل صاحب سے درخواست کرتا ہے۔ کہ اخبار "زمیندار" کی فروخت کالج کے ہوسٹلوں۔ اور احاطۂ کالج میں فوراً بند کی جائے۔ کیونکہ اخبار مذکور حضرت مسیح موعودؑ کی ذات بابرکات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ۔ اور جماعت کے دیگر معزز اراکین کے متعلق عوام کے دلوں میں نفرت و حقارت کے جذبات پھیلاتا ہے

۳۔ یہ جلسہ پروفیسر محمد دین کے اس رویہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ کہ اس نے جماعت کو سبق دینے کے دوران میں کالج کے لڑکوں کو احمدی طلباء کے خلاف مشتعل کیا۔ جس کے نتیجہ میں اسی روز ریواز ہوسٹل کے ایک لڑکے نے ایک احمدی طالب علم کو مارا۔ لیکن مؤخر الذکر نے صبر کیا ؞

۴ قراردادوں کی نقول پرنسپل صاحب۔ کالج کمیٹی کے پریزیڈنٹ اور سکرٹری۔ پریس۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو روانہ کی جائیں

خاکسار سید محمود احمد بی۔ اے۔ از لاہور

دوسرا یوم التبلیغ

تمام غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کو تبلیغ اسلام کی جائے

۵۔ مارچ کو جو یوم التبلیغ مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کو دعوتِ اسلام دینا ہے یعنی یہ دن غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلا یوم التبلیغ غیر احمدیوں میں تبلیغ کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ احباب اس بات کو اچھی طرح نوٹ کر لیں۔ اور اس کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ ذرائع و طریقے تبلیغ کے ابھی سے مقرر کر کے اطلاع دیں۔ کہ کون کون دوست کس کس طریقے سے اس دن تبلیغ کریں گے ؞

اس قسم کی فہرستیں بنا کر بہت جلد مجھے بھجوا دیں۔ تاکہ یہ انتظام ہو سکے۔ کہ اس دن کوئی احمدی تبلیغ کرنے سے محروم نہ رہے ؞

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

توسیع مسجد اقصیٰ کیلئے وصولی چندہ کا انتظام

بروز جمعہ ۳ فروری ۱۹۳۳ء کو توسیع مسجد اقصیٰ کے چندہ کے لئے جو تحریک حسب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی گئی ہے۔ اس کی وصولی کے لئے دار الامان میں حسب ذیل احباب کو جلسہ عام میں حاضرین نے زیر اہتمام لوکل انجمن احمدیہ قادیان منتخب فرمایا ہے۔ چونکہ یہ چندہ احمدیان قادیان نے پورا کرنا ہے۔ اور جن بیرونی دوستوں نے اپنی مستقل سکونت کے لئے قادیان میں سکنی زمین خریدی ہوئی ہے۔ مگر اب تک مکان تعمیر نہیں کئے۔ اور انشاء اللہ۔ خدا کے فضل سے جلد یا بدیر ہجرت کر کے قادیان آجائیں گے اور اپنے مکان بنائیں گے۔ ایسے سب دوست بھی قادیان کے باشندے قرار دیئے گئے ہیں اور ان سے بھی توسیع مسجد اقصیٰ کا چندہ اسی طرح لیا جاتا ہے۔ جس طرح موجودہ مہاجرین و دیگر احمدیان قادیان سے۔ اس لئے ان کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ قادیان میں اس چندہ کی وصولی کے واسطے جو دوست محلہ وار ذمہ وار قرار دیئے گئے ہیں۔ ان سے خط و کتابت کر کے چندہ ادا کریں۔ اور ان سے ہی ہر ایک بیرونی دوست کو جس کی زمین یہاں مکان بنانے کے لئے موجود ہے۔ خط و کتابت کرنی ہوگی۔ اور ان کے نام ہی رقم چندہ توسیع مسجد اقصیٰ ارسال کریں۔ ان محصلین کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) محلہ دار الفضل و دار البرکات میں چوہدری برکت علی صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

(۲) محلہ دار الرحمت و دار العلوم میں ڈاکٹر محمود احمد صاحب احمدیہ میڈیکل ہال قادیان (۳) قصبہ دار الامان میں ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب پنشنر اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ مولوی فاضل و شیخ نور الدین صاحب تاجر ؞

پریزیڈنٹ لوکل انجمن احمدیہ قادیان دار الامان

تبلیغ کے لئے ایک مخلص گریجویٹ کی ضرورت

تبلیغ کے لئے ایک مخلص تبلیغ کے متعلق شوق رکھنے والے بی۔ اے۔ یا ایم۔ اے کی ضرورت ہے۔ شائقین نظارت دعوت و تبلیغ سے خط و کتابت کریں۔ ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۹۵ | قادیان دار الامان مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۳ء | جلد ۲۰

اچھوتوں کو مساوی درجہ دینے سے انکار

ہندوؤں کی ہمدردی کی حقیقت ظاہر ہو گئی

ہندو اور اچھوت

جب سے ہندو قوم میں اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملانے اور انہیں اپنا جزو ظاہر کرنے کی تحریک شروع ہوئی ہے۔ ہم نے بارہا اس حقیقت کو پورے زور کے ساتھ بے نقاب کیا ہے۔ کہ یہ محض سیاسی چالیں ہیں۔ اور اس تحریک کی تہ میں اس سیاسی اقتدار اور تسلط کو برقرار رکھنے کا جذبہ کارفرما ہے۔ جو ہندوؤں کو اس وقت ملک میں حاصل ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اگر کروڑہا اچھوت ان سے علیحدہ ہو کر اپنی جداگانہ ہستی کو قائم کرنے کی جدوجہد میں کامیاب ہو گئے تو اپنی کثرت کے بل بوتے پر ملک کے نظم و نسق میں انہیں جو درجہ حاصل ہے۔ وہ باقی نہیں رہ سکتا۔ ورنہ یہ کبھی ممکن ہی نہیں۔ کہ وہ اپنی ان دیرینہ روایات کو جو ۵ ہزار سال سے مذہبی عقائد کی بناء پر زندہ رکھی جا رہی ہیں۔ یک قلم موقوف کر کے انہیں اپنے جیسا انسان یقین کرنے لگ جائیں۔

جماعت احمدیہ اور اچھوت

ہماری طرف سے یہ اظہار حقیقت محض اس ہمدردی کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ جو اسلام کی تعلیم کے مطابق ہمیں بنی نوع انسان کے ساتھ ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ مظلوم اور ستم رسیدہ مخلوق خدا کی بہتری اور بہبودی کے لئے خصوصیت کے ساتھ کوشش کریں۔ اور اپنی پوری ہمت کے ساتھ غلاموں کی رستگاری اور ستم رسیدوں کی آزادی کی موجب ہوں۔ لیکن جیسا کہ گزشتہ سے پیوستہ پرچہ میں لکھا جا چکا ہے۔ ہندوؤں کو یہ بات کسی طرح گوارا نہیں۔ کہ ان کے ہم رنگ زمین دام سے اچھوتوں کو بچانے کے لئے کوئی کوشش کی جائے۔ اور چونکہ انتہائی درجہ کی خود غرضی۔ اور لالچ کی وجہ سے وہ انسانی ہمدردی کے جذبہ سے قطعی طور پر محروم ہو چکے ہیں۔ اس لئے کبھی باور ہی نہیں کر سکتے۔ کہ محض رضاء الٰہی اور بہبودی خلق کے پیش نظر بھی کوئی کام کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اچھوتوں کے ترقی کے لئے ہماری مساعی کو بھی وہ شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اسے یہ یقین دلانے میں برابر مصروف ہیں۔ کہ اچھوتوں کے متعلق ہندوؤں کی ذہنیت میں فی الواقعہ تبدیلی ہو چکی ہے۔ اور وہ ہندو جو ان کے سایہ تک سے بھرشٹ ہو جاتے تھے۔ ان کے اندر ایسا انقلاب پیدا ہو چکا ہے کہ انہیں اپنا بھائی سمجھتے۔ اور مساوی حیثیت دیتے ہیں۔

قول اور فعل

اگر محض زبانی دعوے اور لاف زنی پر ہی آراء و افکار کی بنیاد ہوتی۔ تو ممکن تھا۔ ہندوؤں کا یہ پروپیگنڈا کامیاب ہو جاتا۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ دیکھنے والے اعمال و افعال پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اور ہندوؤں کی لاکھ پردہ پوشیوں۔ اور ریاکاریوں کے باوجود ان کی ہزارہا سال کی زنگ آلود ذہنیت اور قلبی کیفیات اس خوبی کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہیں۔ کہ کسی کے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

پنڈت مالوی اور اچھوت ادھار

پنڈت مالوی اس وقت اچھوت ادھار تحریک کے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ اور اگرچہ واقف حال لوگ اس نفرت اور حقارت کو نہیں بھولے۔ جس کا مظاہرہ انہوں نے چند سال ہوئے چند اچھوتوں کی طرف سے ان کے گلے میں اظہار عقیدت کے طور پر پھولوں کے ہار ڈالنے پر کپڑوں سمیت غسل کر کے کیا تھا۔ تاہم وہ دنیا کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں سب سے پیش پیش ہیں۔ کہ اچھوت اور ہندو ایک ہی ہیں۔

الہ آباد میں پنڈتوں کی کانفرنس

مالوی جی نے ۲۵ جنوری کو الہ آباد کے مقام پر ہندو پنڈتوں کی کانفرنس منعقد کی۔ کہ تا ان سے فتویٰ صادر کرایا جائے۔ کہ اچھوتوں کے مندروں میں داخلہ کی ممانعت شاستروں میں ہرگز نہیں ہے۔ اس وقت اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی جو ضرورت ہندو محسوس کر رہے ہیں۔ وہ اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ اس کانفرنس میں سناتنیوں کے اس پرجوش اور راسخ الاعتقاد گروہ کو قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ جو اچھوتوں کے ناپاک قدم سے مندروں کی حرمت کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ اور مالوی جی ایسے پختہ کار سیاسی راہنما نے انہیں اس سے علیحدہ رکھنے کی احتیاط ضرور کی ہوگی۔ مگر اس کے باوجود ان کے معتمد علیہ مدعو شدہ پنڈتوں نے بھی کانفرنس میں مالوی جی کی رواداری اور وسعت خیالی پر جس کی حقیقت سے ایک حد تک وہ ضرور آشنا ہونگے۔ اس قدر شور و شر کیا۔ اور اس قدر اودھم مچایا۔ کہ نقض امن کا احتمال پیدا ہو گیا۔ اور پولیس کو وہاں پہنچکر امن قائم کرنا پڑا۔

غلط فہمی پیدا کرنی کی کوشش

سیاسی مطلب برآری کے پیش نظر مالوی جی اس کانفرنس میں پنڈتوں سے ایک قرارداد منظور کرانے میں کامیاب ہو گئے جسے اس وقت اس بات کے ثبوت میں ہندو اخبارات بڑے زور کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ کہ اچھوت ان کا جزو ہیں۔ اور پنڈتوں نے متفقہ طور پر انہیں ہندو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر غور کرنے والے بآسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اس کانفرنس نے جو فیصلہ کیا وہ قطعاً اس خیال کا مؤید نہیں۔ ہاں اچھوتوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے۔

قرارداد کا مفہوم

پاس کردہ قرارداد کا مطلب یہ ہے۔ کہ اچھوت ہندو قوم کا جزو ہیں۔ لہٰذا وہ مورتیوں کے درشن کے لئے مندروں میں تو جا سکتے ہیں۔ لیکن انہیں صرف اس مقام کے دروازے تک جانے کی اجازت ہوگی۔ جس میں مورتیاں رکھی جاتی ہیں۔ یعنی وہ دور سے مورتیوں کے درشن تو کر سکیں گے۔ لیکن انہیں پاس جا کر چھو نہ سکیں گے۔

عجیب مساوات

کس قدر رواداری و مساوات ہے۔ اور غریب اچھوتوں پر کس طرح نوازش اور مہربانی کی گئی ہے۔ انہیں استھان کے دروازے پر کھڑے ہو کر [illegible]

[...]ں صرف دیکھنے کی تو اجازت ہے۔ لیکن مورتی کو چھونا تو درکنار اس کمرے کے اندر قدم رکھنے کے بھی مجاز نہیں۔ جہاں مورتی رکھی ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ وہ ہندو قوم کا جزو ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے۔ کہ آخر وجہ کیا ہے۔ کہ جب وہ ہندو ہیں۔ ہندوؤں کا جزو ہیں۔ انہیں دروازے پر کھڑے ہوکر درشن کرنے کی اجازت ہے۔ تو اندر جانے کا حکم کیوں نہیں۔ جب وہ لوگ جن کا جزو انہیں قرار دیا جاتا ہے۔ اندر جاکر مورتی کو چھو بھی سکتے ہیں۔ تو انہیں کیوں ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں۔ یا تو صاف الفاظ میں یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ ان میں اور عام ہندوؤں میں کوئی فرق ہے۔ اور ضرور ہے۔ جو سوائے اس کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اچھوت ہونے کی وجہ سے ذلیل اور ناپاک خیال کئے جاتے ہیں۔ اور ان کا اس مورتی کے تقدس کے منافی خیال کیا جاتا ہے۔ اور یا پھر انہیں مورتیوں کے ساتھ وہ سب کچھ کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ جو برہمن یا دیگر اونچ جاتیوں سے تعلق رکھنے والے ہندو کر سکتے ہیں۔ اس قسم کی فریب کاریاں اور روباہ بازیاں اب نہیں چل سکتیں۔ کیونکہ اچھوتوں کے ساتھ ہندوؤں کی چالبازیوں کو عام لوگ تو پہلے ہی خوب جانتے ہیں۔ اور اب تو اچھوت بھی ان سے کماحقہ آگاہ ہو چکے ہیں ؛

پنڈتوں کی خوش فہمی

اگر تو سارے ہندوؤں کی مورتی پوجا بھی محض درشن تک ہی محدود ہوتی۔ تو اس قسم کی قرار داد اچھوتوں کو ہندوؤں کے ساتھ ایک ہی مقام پر کھڑا کرنے کے لئے کافی ہو سکتی تھی لیکن جب باقی ہندو اندر جاتے۔ اور مورتیوں کو چھوتے ہیں۔ تو اچھوت کہلانے والوں کو محض درشنوں پر ہی ٹرخا کر یہ سمجھ لینا۔ کہ وہ ہندوؤں کی طرف سے مساوات حاصل ہو جانے کے قائل ہو جائیں گے۔ ایسی خوش فہمی ہے۔ جو ہندو قوم کے لئے کسی صورت میں زیبا نہیں۔ اور اس بات کا نہایت زبردست ثبوت ہے۔ کہ ہندوؤں کے نزدیک اچھوت ہندو نہیں ہیں۔ ہندو قوم کا جزو نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کے وجود سے سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہندو لیڈر ہر روز ایسی ہزار قرار دادیں بھی منظور کر دیا کریں ؛

دوسری قرارداد

اس بات کا ایک ثبوت کہ ہندو پنڈت فی الواقعہ ہندوؤں کو اپنے مساوی مذہبی حقوق دینے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہیں۔ ایک اور دوسری قرار داد بھی ہے۔ جس میں پنڈتوں کی اس کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ کسی قوم کے مذہبی۔ نیم مذہبی یا معاشرتی معاملات میں مجالس وضع قوانین کو مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں ؛

مندر پرویش بل کے خلاف آواز

یہ اصل تو بے شک قابلِ قدر ہے۔ اور عام حالات میں ہم بھی اس کے زبردست مؤید ہیں۔ لیکن خالص پنڈتوں کی اس کانفرنس میں جو اچھوتوں کو ہندوؤں کے مساوی حقوق دینے کے لئے منعقد کی گئی ہے۔ اس کے پاس کئے جانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اچھوتوں کے مندروں وغیرہ میں داخلہ کے متعلق وائسرائے ہند نے جو بل اسمبلی میں پیش کئے جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس کے خلاف آواز بلند کر کے اسے غیر مؤثر کرنے کی کوشش کی جائے۔ وگرنہ اگر الہ آباد میں جمع ہونے والے پنڈتوں کے دل ان کی زبانوں کے ہم نوا ہوتے۔ تو انہیں ہر اس تجویز کا خیر مقدم کرنا چاہیئے تھا۔ اور اسے عملی صورت میں دیکھنے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر دینی چاہیئے تھیں۔ جو ان کی پاس کردہ قرارداد کے لئے کسی صورت میں بھی مفید ہو سکتی اور کون نہیں جانتا۔ کہ جو بات حکومت کے قانون میں داخل ہو جائے۔ اس کی تعمیل نہایت آسان ہو جاتی ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ پنڈت اس بات کو محسوس کر رہے تھے۔ کہ اگر یہ قانون پاس ہو گیا۔ تو اچھوت ڈنڈے کے زور سے مندروں میں جاکر سب رسوم بلا روک ٹوک ادا کریں گے۔ جو انہیں کسی صورت میں بھی گوارا نہیں۔ اس لئے انہوں نے لگے ہاتھوں حکومت کو متنبہ کر دیا۔ کہ اس بل کو وہ گوارا نہیں کر سکتے۔ اور اسے پاس کر کے وہ ہندو قوم کو دعوت مبارزت دیگی۔ اور اس طرح آپ ہی اپنی فریب کاریوں کا پردہ چاک کر دیا ؛

بمبئی کونسل اور ذبح بقر

ہندو جہاں ایک طرف مسلمانوں کو مار پیٹ کر بہ جبر ان سے ذبح بقر کا حق چھیننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور جہاں ان کا بس چلے۔ گائے کے ذبح کرنے پر جس قدر مسلمان ان کے قابو آسکیں۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ وہاں آئین و قوانین کے ذریعہ ملک میں اس کی مخالفت کرانے کی سعی سے بھی کبھی غافل نہیں ہوئے۔ چنانچہ گزشتہ چند ہی سالوں میں ان کی طرف سے مختلف مجالس آئین ساز اور میونسپل کمیٹیوں میں اس قسم کی تحریکات پیش ہو چکی ہیں ؛

تازہ اطلاع یہ ہے۔ کہ ایک ہندو سندھی ممبر نے بمبئی کونسل میں ایک ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ کہ زراعت پیشہ لوگوں کی سہولت کے لئے احاطہ بمبئی میں ذبح بقر کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے ؛

ہمارا خیال ہے۔ کسی بھی معقول انسان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی۔ کہ ذبح بقر کی ممانعت سے زراعت پیشہ لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ طریق ان کی سختیوں کو دور کر کے سہولت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا ضامن ہو سکتا ہے اگر گاؤ کشی ہی زراعت پیشہ لوگوں کے مصائب کا باعث ہوتی تو چاہیئے تھا۔ کہ یورپین ممالک کے کاشتکار ہندوستانیوں کی نسبت زیادہ تباہ حال ہوتے۔ کیونکہ لحم البقر ہر ایک یورپین کی غذا کا جزو لاینفک ہے۔ لیکن جب یہ صورت نہیں۔ تو ہندوؤں کی اس قسم کی کوششوں کے معنی سوائے اس کے کیا ہو سکتے ہیں کہ وہ جس طرح بھی بن پڑے۔ مسلمانوں کی معاشیات میں دخل اندازی کرنا اور ان کی خوراک تک پر پابندیاں عائد کرانا چاہتے ہیں ؛

کوئی کاشتکار ہو۔ یا غیر کاشتکار کسی ایسی گائے کو جو دودھ دینے کے علاوہ بچے پیدا کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہو۔ قصابوں کے حوالے کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا۔ ذبح کے لئے وہی گائیں فروخت کی جاتی ہیں۔ جو ناکارہ اور نکمی ہوں۔ اور جن کا ذبح نہ کیا جانا ملک کے لئے افلاس کا موجب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کو جو چارہ وغیرہ دیا جائے گا۔ وہ ضائع ہی ہوگا۔ اور اس طرح وہ مفید اور کام کرنے والے جانوروں کے لئے بھی کمیٔ خوراک کا موجب ہونگی تحقیقاتوں کے ذریعہ یہ بات کئی بار ثابت بھی کی جا چکی ہے۔ کہ ایسی گائیوں کا ذبح کرنا ہی زراعت پیشہ لوگوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے ؛

زراعت پیشہ لوگوں سے ہندوؤں کی ہمدردی کے دعاوی بھی مضحکہ خیز ہیں۔ اگر ان میں کوئی صداقت ہے۔ اور وہ فی الواقعہ ان کے خیر خواہ اور انہیں مشکلات سے نجات دینے کے لئے بے قرار ہیں۔ تو کیوں انہیں اس خوفناک قرضہ سے آزاد نہیں کر دیتے۔ جو ان کی تمام ترقیات کے راستہ میں ایک سنگِ گراں کی طرح حائل ہے ؛

ہندوؤں کو چاہیئے۔ کہ اس قسم کی قراردادیں پیش کرنے اور قوانین وضع کرانے کی آرزوئیں سوراجیہ کے حصول تک ملتوی کر رکھیں۔ کیونکہ نہ تو حکومت برطانیہ سے اس ہندو نوازی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی مسلمان جیتے جی اس قسم کی بیجا پابندیوں کو گوارا کرنے پر رضامند ہو سکتے ہیں ؛

امریکہ میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی

جماعت احمدیہ نے اشاعت اسلام کی خاطر جو مشن یورپ اور امریکہ میں قائم کر رکھے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے اس قدر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ کہ ہر سیاح ان کی اہمیت کو محسوس کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مولانا شوکت علی جو ان دنوں امریکہ کی سیاحت میں مصروف ہیں۔ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ کہ "اس وقت ایک نو مسلم بھائی میرے پاس بیٹھے ہیں۔ جو یہاں بیرسٹر ہیں۔ انہوں نے مجھے کھانے پر بلایا ہے۔ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ہیں۔ اور احمدیہ مشن میں کام کرتے ہیں۔ یہاں موجود ہیں۔ بہت اچھے شخص ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب نے بھی یہاں تبلیغی کام کیا ہے۔ وہ یہاں بہت نیک نام ہیں۔ صوفی صاحب بھی

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

۲۹ جنوری ۱۹۳۳ء

بعد نماز عصر

ایک خطبۂ نکاح

۲۹ جنوری بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے باوجود ناسازئ طبع حکیم فضل الرحمان صاحب کے گھر تشریف لے جا کر ان کی ہمشیرہ کا نکاح پڑھا۔ اور اس موقعہ پر حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

دنیا میں ہر ایک معاہدہ کہ نکاح بھی ایک معاہدہ ہی ہے۔ دوسرے سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ ایک شخص میوہ فروش کی دوکان پر جاتا ہے۔ اور اس سے کچھ میوہ خریدتا ہے۔ ان کا جو یہ لین دین ہوتا ہے۔ اُس کا اثر چند گھنٹوں کے اندر اندر ختم ہو جاتا ہے۔ وہ میوہ اچھا ہوگا یا بُرا۔ لذیذ ثابت ہوگا یا بدمزہ۔ وہ صحت پیدا کرنے والا ہوگا یا صحت کو نقصان پہنچانے والا۔ عام طور پر اس کا اثر محدود ہوتا ہے۔ اگر لذت یا بدمزگی کا سوال ہو۔ تو چند ساعت کے اندر اندر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اگر صحت یا بیماری کا سوال ہو۔ تو وہ بھی تھوڑے عرصہ کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ کوئی وبائی کیڑے میوہ میں داخل ہو گئے ہوں۔ تو اور بات ہے۔ اسی طرح ایک شخص جو دوکان سے ترکاری خریدیگا۔ اس کا اثر اس میوہ سے زیادہ ہوگا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دو گھنٹہ تو اس ترکاری کو پکانا پڑے گا۔ پھر کھانے اور اس کے ہضم ہونے تک اس سے تعلق قائم رہے گا پھر جو شخص کپڑا خریدے گا۔ اس کا ان کپڑوں سے تعلق چھ ماہ سال دو سال تک رہیگا۔ پھر جو مکان بنائے گا۔ اس مکان سے تعلق حسب مراتب پچاس و سو ڈیڑھ سو سال رہیگا۔ لیکن شادی ایک ایسا فعل ہے۔ کہ اس کا اثر لمبے زمانہ تک چلتا ہے۔ اور ہوتا بھی بہت وسیع ہے۔ بظاہر یہی نظر آتا ہے۔ کہ میاں اور بیوی کا تعلق پیدا ہوگیا۔ مگر یہی نہیں ہوتا۔ بلکہ میاں اور بیوی کے ماں باپ بھی اس تعلق میں شامل ہوتے ہیں۔ ان کے بہن بھائی اور دوسرے رشتہ دار بھی شامل ہوتے ہیں۔ پھر آگے دوست وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ اس میں ذکر تو ایک جانور کا ہے۔ مگر نصیحت کے طور پر بطور مثال بیان کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کسی کا ریچھ کے ساتھ دوستانہ تھا۔ اس شخص کی بیوی روزانہ اسے برا بھلا کہتی کہ ریچھ سے دوستانہ کا کیا مطلب۔ کبھی غصہ میں آ کر اس نے ریچھ کے سامنے بھی ایسی باتیں کہیں۔ جن میں ریچھ کی تحقیر کی گئی۔ ایک دن ریچھ نے اپنے دوست سے کہا۔ میرے سر پر کلہاڑا مارو۔ اس نے کہا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں تو تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ ریچھ نے کہا نہیں میں جو کہتا ہوں، تم ضرور مارو۔ آخر اس نے اسی طرح کیا۔ اور ریچھ زخمی ہو کر چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر آیا۔ اور اپنے دوست سے کہنے لگا۔ میرے سر کو دیکھو وہ زخم کہاں ہے۔ اس نے دیکھا تو معلوم ہوا۔ زخم مندمل ہو چکا تھا۔ ریچھ نے کہا دیکھو وہ زخم تو مٹ گیا۔ مگر تمہاری بیوی نے جو باتیں کہی تھیں۔ ان کا زخم ابھی تک ویسا ہی ہے ؛

یہ ایک قصہ ہے۔ پرانے زمانہ میں لوگ بادشاہوں اور امراء کے ڈر سے کہ وہ تشدد نہ کریں۔ ان کے ناموں کی بجائے جانوروں کے نام رکھ لیا کرتے تھے۔ غرض بیاہ شادی کا اثر دوستوں پر بھی پڑتا ہے۔ ایسی بیویاں ہوتی ہیں۔ جو دوستیاں تڑوا دیتی ہیں۔ یا بنا دیتی ہیں۔ پھر محلہ والوں پر شادی کا اثر پڑتا ہے۔ کوئی عورت محلہ میں ایسی آجاتی ہے۔ جس سے سب محلہ والے تنگ ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی ایسی آتی ہے۔ کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ پھر اولاد کے لحاظ سے اثرات بہت وسعت اختیار کر لیتے ہیں۔ کوئی اولاد اچھی ہوتی ہے۔ اور کوئی بری۔ کوئی ماں باپ کے نام کو روشن کر دیتی ہے۔ اور کوئی ان کے لئے سامانِ ندامت پیدا کرتی ہے۔ مجھے ہمیشہ خیال آیا کرتا ہے۔ کہ ابوجہل کے ماں باپ کی جب شادی ہوئی ہوگی۔ تو بڑی دھوم دھام سے ہوئی ہوگی کیونکہ ان کا خاندان دنیوی وجاہت کے لحاظ سے بڑے پایہ کا خاندان تھا۔ اس دھوم دھام کا دسواں حصہ بھی رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی شادی پر نہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ آپ کا خاندان مذہبی طور پر معزز سمجھا جاتا تھا۔ دنیوی لحاظ سے اسے ابوجہل کے خاندان جتنا اثر حاصل نہ تھا۔ اس وقت کسی کو کیا پتہ تھا۔ کہ ابوجہل کے والدین کی شادی کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی شادی کا کیا۔ تو شادی کے آیندہ جا کر بھی وسیع اثرات پیدا ہوتے ہیں ؛

غرض نکاح اثرات کے لحاظ سے جتنی وسعت رکھتا ہے۔ اور بہت کم ایسی چیزیں ہوتی ہیں۔ جیسے قوموں اور حکومتوں کے معاہدات، مگر جو معاملات گھروں میں ہوتے ہیں۔ ان میں نکاح جیسی مثال نہیں مل سکتی۔ اس وجہ سے شریعت نے اس کے متعلق ہدایات دی ہیں۔ خطرات سے بچنے کے طریق اور فوائد کے حصول کے ذرایع بتائے ہیں۔ اب وقت اتنا نہیں۔ کہ ان باتوں کی تفصیل بیان کروں۔ اور مختلف خطبات میں بیان کرتا ہی رہتا ہوں۔ یہ مضمون اتنا وسیع ہے۔ کہ کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے جس مضمون کو بھی لیا ہے۔ اسے غیر محدود اور کبھی ختم نہ ہونے والا بنا دیا ہے۔ یہ بھی اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ غیر محدود چیز غیر محدود منبع سے ہی نکل سکتی ہے ؛

بہر حال نکاح کے بارے میں اسلام نے جس بات پر زور دیا ہے۔ وہ اتقاء ہے۔ عام طور پر لوگ اس کے معنے نہیں سمجھتے۔ وہ اتقاء کے معنے یہی کرتے ہیں۔ کہ ڈرو۔ مگر اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایسا انسان اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ یقین اور وثوق سے اپنے معاملات خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی الہام ہے۔ گو وہ پرانا مصرعہ ہے۔ کہ ع

سپردم بتو مایۂ خویش را

اس حالت میں انسان کلی طور پر اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے آگے ڈال دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بالکل مردہ سمجھ لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ ایک حیوان کے آگے بھی اگر انسان گر جائے۔ تو وہ اس پر حملہ نہیں کرتا پھر خدا تعالےٰ کے آگے جو گر جائے۔ اس پر کیونکر حملہ کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے آگے گرنا ہی اصل تقوےٰ ہے۔ جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو خدا تعالےٰ خود حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرف قرآن میں نکاح کے موقعہ پر تقوےٰ حاصل کرنے کا حکم دے کر اشارہ کیا گیا ہے ؛

۲ فروری سنہ ۱۹۳۳ء

بعد نماز مغرب

غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے والا

ایک صاحب نے دریافت کیا۔ جو احمدی کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جماعتوں کو ایسے امور میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اور خود کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ باہم ضد اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے جماعت کو نقصان پہنچتا ہے قاعدہ یہی ہے۔ کہ یہاں تمام حالات لکھے جائیں جنہیں دیکھ کر ہم خود فیصلہ کریں گے ؛

غیر احمدیوں کی طرف سے بائیکاٹ

انہی صاحب نے عرض کیا۔ میرا غیر احمدیوں نے بائیکاٹ کیا ہوا ہے۔ اور میرے ساتھ کھانے پینے کی ممانعت کر رکھی ہے۔ فرمایا۔ اگر آپ کوئی چیز انہیں دیں۔ تو کھاتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کھا تو لیتے ہیں۔ فرمایا۔ ان لوگوں کا بائیکاٹ ایسا ہی ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک صاحب میاں غلام رسول صاحب امرتسری کے بائیکاٹ کا بھی وہاں کے ملانوں نے فتوے دے رکھا تھا۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکثر دعاؤں کے لئے لکھتے رہتے تھے کچھ ماہ کے بعد ایک شخص ان کے پاس آکر کہنے لگا۔ ایک مشہور کنچنی نے مولویوں کی دعوت کی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ آپ کھانا پکا دیں۔ وہ سناتے ہیں پہلے تو مجھے خیال آیا کہ نہ پکاؤں۔ اور انکار کر دوں۔ مگر پھر سوچا۔ کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا ہی یہ اثر ہو۔ کہ میرے خلاف فتوے دینے والوں کے لئے سامان ذلت ہو رہا ہے۔ اس لئے منظور کر لیا۔ اور کھانا پکایا۔ وہ اڑھائی سو مولوی بلوتے پہلے تو میں اندر بیٹھا رہا۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ مولویوں نے کھانا شروع کر دیا ہے۔ اور چند لقمے کھا بھی چکے ہیں۔ تو دروازہ میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اور میرے خلاف یہ فتوے دینے والوں سے کہ اس سے کوئی کھانا نہ پکوائے۔ کہا مولوی صاحبان کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ تورما لاؤں۔ کوفتے لاؤں۔ کباب لاؤں ؛

اس پر مولوی صاحبان شرمندہ تو بہت ہوئے۔ مگر میرا پکایا ہوا کھانا کھاتے ہی رہے ؛

حضرت مسیح موعود کے حضور پہنچنے کا دروازہ

خدا تعالیٰ کے مقربین کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل خود بخود ان کی طرف پھیر دیتا ہے۔ اور جنہیں اپنے فضل و کرم سے ہدایت دینا چاہتا ہے خوابوں اور رویا کے ذریعہ ان کی طرف متوجہ کر دیتا ہے جماعت احمدیہ میں اس وقت سینکڑوں اور ہزاروں ایسے لوگ ہیں جنہیں خواب کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کی سعادت حاصل کرنے کی طرف اللہ تعالیٰ نے متوجہ کر دیا۔ اور وہ آپ کی بیعت کر کے دل و جان سے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء فرما کر اسباب کو ظاہر بھی کر دیا۔ اسی طرح اگرچہ معاندین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت ثانیہ کے شروع سے کر اس وقت تک طرح طرح کے ناپاک اور گندے طریقوں سے آپ کی صداقت کو مشتبہ اور لوگوں کو آپ سے برگشتہ کرنا چاہا۔ اور اس وقت تک کر رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی اس سنت قدیمہ کے مطابق ایک گروہ کثیر کو خوابوں کے ذریعہ آپ کی طرف متوجہ کر چکا ہے ایسے اعلانات وقتاً فوقتاً الفضل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ذیل میں ایک تازہ خط درج کیا جاتا ہے۔ جو ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے۔ جو قادیان کا باشندہ ہے۔ جس نے زندگی کا بہت بڑا حصہ قادیان میں گزارا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اقرار کیا۔ لیکن عرصہ سے امرتسر چلا گیا۔ اور اب امرتسر میں ہی رہائش رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے

بخدمت شریف جناب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

السلام علیکم کے بعد عرض خدمت ہے۔ کہ میں قریباً ۲۵ سال سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا۔ جس زمانہ میں کتاب قادیان کے آریہ اور ہم تصنیف ہوئی تھی۔ اسی وقت بیعت کی تھی۔ اور پھر خلیفہ اول مولوی نور الدین صاحب کی بیعت کی۔ اس کے بعد بعض خانگی پریشانیوں کے باعث حیران ہو کر امرتسر چلا آیا۔ اب مجھ کو خواب میں مسیح موعود خلیفہ اول و مولوی عبد الکریم صاحب اور مولوی محمد احسن مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ یہ چاروں بزرگ ایک قلعہ کے اندر سیر کر رہے تھے اور قلعہ کے باہر میں تھا۔ مگر رستہ اندر جانے کا نہ ملا۔ میں نے حضرت صاحب سے کہا۔ کہ ہم کو اندر آپ کے پاس آنے کا رستہ نہیں ملتا۔ جواب ملا۔ کہ جب تک خلیفہ ثانی کی بیعت نہ کروگے تم ہمارے پاس نہیں پہنچ سکتے ـــ مہربانی کر کے میری بیعت قبول کریں۔ میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ جو شخص آپ کی بیعت نہ کریگا وہ حضرت مسیح موعود کی مجلس میں نہیں پہنچ سکتا۔ خاکسار بھاگ سنگھ قادیان حال امرتسر ؛ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو بھی توفیق دے۔ جو اس وقت سلسلہ کی سلک میں منسلک نہیں ہوا۔ کہ خلافت کے جھنڈے کے نیچے آکر خدا تعالیٰ کے فیوض اور برکات سے حصہ لیں ؛

ذکر و فکر

(۱) ہماری ساری خوشی کس میں ہے

رضیت باللہ ربا۔ و بمحمد نبیا و بالاسلام دینا۔ اگر یہ فقرہ اکثر انسان اپنے دل میں رکھے۔ اور اس کے معانی پر اپنی توجہ جمائے۔ تو پھر ہر چیز ماسوا اللہ سے دل کا خالی ہو جانا کچھ مشکل نہیں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اے نفس میری ساری خوشیاں میرے خدا میں ہیں۔ اور میرے رسول میں اور میرے دین میں جو اسلام ہے۔ بس انہی تین باتوں میں مجھے راحت ہے۔ اور انہی میں میری ساری لذت اور کوئی چیز مجھے خوش نہیں کر سکتی۔

(۲) روزہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو ہی چاہتا ہے۔ اور اس کے قرب و محبت کے کسی مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا۔ (یریدون وجہ اللہ) اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ فرضی کے علاوہ نفلی بھی۔ مگر حسب استطاعت و صحت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ کہ "روزہ کا بدلا میں خود ہی ہوں"

(۳) عبادت نیم شبی

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ رحمت کی اور بخشدیا۔ اور کوئی چیز کام نہ آئی سوائے ان دو رکعتوں کے جو پچھلی رات کو پڑھا کرتا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بھی آنحضرت کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔ کہ تہجد کی نماز رات کو اٹھ کر پڑھا کر اس کی وجہ سے تو مقام محمود حاصل کریگا۔ پس جب مومن اس پر مداومت کرتا ہے۔ تو اس مقام پر پہنچتا ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس کی حمد کرتے ہیں اور وہ عیب سے پاک اور خوبیوں سے مزین ہو جاتا ہے پھر جب وہ محمود ہو جاتا ہے۔ تو محبوب بھی ضرور بن جاتا ہے

(۴) زبان اور مونہہ کی محافظت

مومن کے لئے مونہہ کی صفائی نہایت ضروری ہے۔ اور اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ (۱) ظاہری صفائی مسواک اور کلی سے اور بدبودار اشیاء کے کھانے سے بچنا۔ (۲) مونہہ کو حرام خوری سے بچانا۔ (۳) مونہہ کو ناجائز شہوانی افعال اور شہوانی باتوں سے بچانا۔ (۴) بد اخلاقی۔ گالی۔ سخت کلامی۔ دل شکنی کا ہونا۔ بدتہذیبی وغیرہ سے اجتناب کرنا (۵) عام بول چال میں نہایت خلق سے کام لینا۔ اور کلام پاکیزہ کرنا۔ (۶) امر بالمعروف نہی عن المنکر اور تبلیغ حق عمدہ پیرایہ میں کرنا (۷) کلام الٰہی اور کلام رسول۔ اسے پڑھنا اور پڑھانا۔ اور ذکر الٰہی پر مداومت کرنا اور ہمیشہ دعا سے اپنی زبان کو معطر رکھنا۔

اے عزیز یاد رکھ کہ انسان اور حیوان کے درمیان زبان ہی مابہ الامتیاز ہے۔ جس کی زبان خراب ہے۔ وہ حیوان نہیں۔ بلکہ حیوان سے بدتر ہے۔ کیونکہ حیوان کی تو زبان ہوتی نہیں۔ مگر گندہ ذہن اس سے بدتر ہے۔ کہ وہ حیوان سے بھی گر گیا ؛ (خاکسار)

مذاہب غیر

ناسک کے استھان

جائے وقوع

ہندو تیرتھوں میں سے ایک ناسک ہے۔ جو بمبئی سے ایک سو تیرہ میل کے فاصلہ پر جی آئی۔ پی۔ ریلوے پر واقع ہے گوداوری گنگا جو ہندوؤں کی مقدس ندی ہے وہ اس شہر کے قریب بہتی ہے۔ یہ ندی ترامبک کے مقام سے نکلتی ہے۔ جو بجائے خود ایک تیرتھ سمجھا جاتا ہے۔ گوداوری کے دوسرے کنارے پر کچھ تھوڑی سی آبادی ہے جسے پنچ بٹی کے نام سے پکارا جاتا ہے

پنچ بٹی

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ جناب رام چندر جی بن باسی کے زمانہ میں اسی مقام پر ٹھہرے تھے۔ جسے اب پنچ بٹی کہا جاتا ہے اسی مقام پر راکشسوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی تھی۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں راون کی بہن سروپ نکھا کی ناک کاٹی گئی تھی اور پھر اسی مقام سے راون نے سیتا کو اغوا کیا تھا۔ چنانچہ ان واقعات کی یادگاریں ان مقامات پر بنائی گئی ہیں۔ اگرچہ اصلی نہیں بلکہ ۱۸۰۰ء کے بعد بنائی گئی ہیں۔ لیکن جاہل عقیدت مند انہیں اصل ہی سمجھتے ہیں۔ یہاں پر راون کی بھی ایک مورتی قائم کی گئی ہے۔ جو آج کل کے سادھوؤں سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں کھپرا اور دوسرے میں چلم دکھائی گئی ہے۔ جس سے وہ سلفہ پی رہا ہے۔

کالا رام اور گورا رام منادر

اس مقام پر دو مندر ہیں۔ ایک کو کالا رام مندر اور دوسرے کو سفید رام مندر کہا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ یہاں پر برہمنوں کی دو شاخیں آباد ہیں۔ ایک کرشن یجر ویدی اور دوسرے شکل یجر ویدی کہلاتے ہیں۔ پہلے صرف ایک مندر کالا رام ہی تھا۔ لیکن چونکہ کرشن یجر ویدی اس میں پرستش اور درشن وغیرہ کے مساویانہ حقوق نہ دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود اپنا ایک مندر یعنی گورا رام مندر بنا لیا۔ اور اب دونو اپنے اپنے مندر میں جاتے ہیں

ہندو اور اچھوت

غور کرنا چاہئے۔ کہ جس قوم میں نام و نسب پر اس قدر غرور ہو۔ اور محض مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے کی بنا پر اس قدر شدید اختلافات اور تفریق ہو۔ کہ ایک ذات اپنے ہی ہم مذہب دوسری ذات کے لوگوں کے اپنی عبادت گاہ میں داخلہ کو گوارا نہ کر سکتی ہو۔ وہ اگر آج اچھوتوں کو مساویانہ حقوق دینے کے اعلان کر دے تو کون باور کر سکتا ہے کہ وہ واقعی اس قدر رواداری ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کو انسان سمجھنے کی انہیں مذہباً ممانعت ہے۔ ان کو اپنے جیسا انسان سمجھنے کے لئے تیار ہو جائیگی۔ اچھوتوں کے متعلق ہندوؤں کے تمام مواعید اور مواثیق ہمرنگ زمین دام ہیں۔ جو انہیں پھانسنے کے لئے بچھائے جا رہے ہیں۔ اور مطلب نکل جانے کے بعد وہ اس بے تکلفی کے ساتھ آنکھیں پھیر لیں گے۔ کہ اچھوتوں کے لئے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ ہو جائیگا

اچھوتوں کا ستیہ گرہ

یہاں ایک اور "استھان" رام کنڈ ہے۔ جس میں ندی کا پانی آتا ہے۔ مندروں کی طرح اس علاقہ کے اچھوتوں کو جو مہار کہلاتے ہیں۔ اس کنڈ کے پاس آنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس کنڈ پر نہانے دھونے کے حقوق حاصل کرنے کے لئے کچھ عرصہ ہوا۔ مہاروں نے ستیہ گرہ کیا تھا۔ لیکن سب بے سود اسی طرح کالا رام مندر پر بھی ان کی طرف سے سخت ستیہ گرہ ہوا جو مسلسل کئی ماہ تک جاری رہا۔ اونچ جاتی کے ہندوؤں نے متحدہ طور پر پورے جوش کے ساتھ ان کی مخالفت کی۔ جو اس قدر بڑھ گئی۔ کہ ہولناک فسادات کا احتمال پیدا ہو گیا۔ آخر کار حکومت کو مداخلت کرنا پڑی۔ اور مندر کو تالا لگا کر اس پر پہرہ بٹھا دیا گیا اس طرح یہ شورش بند ہوئی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ پھر وہاں ستیہ گرہ کرنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

تپوبن

پنچ بٹی کے ساتھ ملحق ایک جنگل ہے۔ جسے تپوبن کہتے ہیں تمام سادھو اور بیراگی لوگ اس میں آکر ٹھہرتے ہیں۔ اور اس سے آگے ترامبک کے استھان کی یاترا کے لئے نہیں جاتے۔ اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔ کہ جس وقت راجہ رام چندر جی "مرگ" کو مارنے کے لئے گئے۔ اور سیتا کے اصرار پر لچھمن ان کی خبر گیری کے لئے ان کے پیچھے گئے۔ تو جاتے ہوئے ایک لکیر کھینچ کر حد بندی کر کے سیتا کو ہدایت کر گئے تھے کہ اس سے باہر ہرگز نہ جانا۔ جب راون سادھو بن کر بھیک مانگنے کے بہانہ سے وہاں آیا۔ تو اس لکیر کے اندر اس کا کوئی زور نہ چل سکا۔ لیکن جب سیتا اسے دان دینے کے لئے باہر نکلی تو راون نے اسے اغوا کر لیا وہ لکیر تپوبن سے آگے ترامبک کی طرف تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو اولانگھنا مناسب خیال نہیں کرتے۔ جو سادھو وہاں رہتے ہیں۔ وہ بدن پر خاک ملتے ہیں اور ہندوؤں کے ایک مشہور فرقہ کے بانی رامانج کے عقیدتمند ہیں۔ ویدوں کے ساتھ رامائن کو بھی برابر کا درجہ دیتے ہیں

ترامبک

ترامبک ناسک سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں تک جانے کے لئے پختہ سڑک بنی ہوئی ہے۔ اسی جگہ گوداوری گنگا کا منبع ہے۔ مہادیو کا مشہور مندر بھی ہے۔ پرانوں کے حساب سے یہ وہ جگہ ہے جہاں کسی زمانہ میں رشی گوتم بودھ رہا کرتے تھے لکھا ہے کہ ایک بار ہندوستان میں سخت قحط پڑا۔ جس کی وجہ سے ملک کے تمام حصوں سے سادھو بھاگ کر اس جگہ جمع ہو گئے۔ رشی گوتم بودھ کی برکت سے اس جگہ خوب بارش ہوتی جس کے نتیجہ میں سب کے لئے اشیاء خوردنی مہیا ہو گئیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گوتم جی نے اپنی عبادت گذاری سے شو جی مہاراج کو خوش کیا۔ اور گنیش جی کے کہنے سے ان سے گنگا مانگی۔ شو جی نے ایک پتھر پر اپنی (جٹا) (لٹیں) ماری اور گنگا جاری ہو گئی۔

کمبھ کے میلے

ہندوستان میں چار کمبھ خاص طور پر مانے جاتے ہیں۔ جو ہر بارہ سال کے بعد علی الترتیب۔ ہردوار۔ پریاگ راج (الہ آباد) ناسک (ترامبک) اور اجین میں منعقد ہوتے ہیں۔ ناسک کا کمبھ یوں تو چار مہینہ رہتا ہے۔ لیکن زیادہ رونق اور چہل پہل ایک ماہ رہتی ہے۔ اس میں شامل ہونے کے لئے ہندوستان کے ہر حصہ سے جوق در جوق اہل ہنود آتے ہیں۔ حال ہی میں کمبھ کا میلہ غالباً اواخر ۱۹۳۱ء میں منعقد ہوا ہے۔ چونکہ سادھوؤں کے ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ مادر زاد ننگے رہنا ہی قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ان کی درخواست پر حکومت نے بھی اجازت دیدی تھی کہ اپنا جلوس نکال لیں۔ چنانچہ وہ روزانہ جلوس نکالتے رہے۔ اور دنیائے تہذیب و تمدن اس جہالت پر خون کے آنسو بہاتی ہے۔ کہ ہندو عورتیں اور مرد انتہائی عقیدتمندی کے جذبات کے ماتحت ان کے پاؤں تلے آنکھیں بچھاتے تھے۔ اور ان کے قدموں کی خاک کو اکسیر اعظم خیال کر کے اٹھا لیتے تھے۔

پانڈو گپھائیں اور برہم گیری

ناسک کے مقام پر ایک اور قابل دید جگہ ہے جسے پانڈو گپھا کہا جاتا ہے۔ یہ شہر سے ۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ گپھا غالباً ہال کو کہتے ہیں۔ ایک پہاڑی کے اوپر چوبیس ہال چٹانوں کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ جو فن انجنیری کا قابل دید نمونہ تھا ئے جاتے ہیں ان میں سے تین ہال تو بہت وسیع ہیں۔ جن کے اندر مورتیاں رکھی گئی ہیں۔ بعض جگہوں پر کچھ عبارت بھی کندہ ہیں۔ لیکن اس وقت تک انہیں پڑھا نہیں جا سکا۔ پانڈو گپھا کے علاوہ ایک پہاڑی ہے جسے برہم گیری کہا جاتا ہے۔ اس کی بلندی بہت زیادہ ہے لیکن یاتریوں کی سہولت کے لئے چٹانوں کو کاٹ کر سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ پہاڑی کی چوٹی پر ایک چشمہ ہے۔ جس میں لوگ اشنان کرتے ہیں۔ اگرچہ راستہ بہت دشوار گذار اور خطرات سے پر ہے تاہم عقیدتمند خطرات میں پڑ کر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے چشمے تالاب اور پہاڑیاں وغیرہ ہیں۔ جن پر استھان بنے ہوئے ہیں۔ اور لوگ زیارت

فضیلت اسلام

اسلام کی مستحکم بنیادیں

دنیا میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک کے ماننے والے اسے ہی بہترین اور نجات کا ضامن سمجھتے ہیں۔ لہذا ہمیں ایک ایسے اصول کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جو تمام مذاہب کے ماننے والوں کو مسلم ہو۔ اور جس سے کسی مذہب کی صداقت و بطالت کا فیصلہ ہو سکے ؛

مذہب کی بنیاد

مختلف مذاہب کے متبعین اپنے مذہب کی بنیاد ایک کتاب پر رکھتے ۔ اسے اپنا لائحہ عمل قرار دیتے۔ اور اس کے احکام کی فرمانبرداری میں اپنی روحانی زندگی اور نجات سمجھتے ہیں ؛

کتاب میں نقص سے مذہبی خرابی

ظاہر ہے۔ کہ جس مذہب کی بنیاد میں ہی تزلزل پیدا ہو جائے۔ تو اس کا کسی ماننے والے کو فائدہ پہنچانا تو درکنار خود قائم رہنا بھی ناممکن ہوگا۔ اور جس مذہبی کتاب کے الفاظ تبدیل ہو گئے۔ اور لوگوں نے اس میں ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے ترمیم و تنسیخ کر دی۔ تو اس کتاب کے اصلی حالت پر قائم نہ رہنے کے باعث مذہب بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہ سکیگا۔ کیونکہ مذہب بمنزلہ ایک عمارت کے ہے۔ جس کی بنیاد کتاب ہے۔ جب کتاب میں خلل اندازی واقع ہو۔ تو مذہب میں ضرور خلل اندازی واقع ہوگی۔ گویا کسی مذہب کے منجانب اللہ ہونے کا معیار یہ ہوا۔ کہ اس کی بنیاد جس کتاب پر ہو۔ وہ ہر قسم کی تحریف سے پاک ہو ؛

انجیل محرف و مبدل

اس معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم عہد حاضرہ کے اہم مذاہب یعنی عیسائیت اور ہندو دہرم کا مقابلہ اسلام سے کر کے بتلاتے ہیں۔ کہ یہی مذہب منجانب اللہ ہو سکتا۔ اور اسی پر چلکر انسان خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے

سب سے پہلے عیسائیت کو لیتے ہیں۔ جس کی بنیاد انجیل پر ہے۔ اگر وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ عیسائیت بھی اصلی حالت میں ہے۔ اور آئندہ کے لئے کسی حد تک مدار نجات ٹھہر سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی حالت پر قائم نہیں۔ اور متعدد دلائل سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ انجیل اپنی اصلی حالت میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس میں ہزاروں الفاظ کی کمی اور ہزاروں الفاظ کی زیادتی ہو چکی ہے۔ اور روزمرہ ہوتی رہتی ہے۔ اور کوئی انجیل کا ایڈیشن ایسا نہیں ہوگا۔ جو اپنے پہلے سے مختلف نہ ہو۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ قصر عیسائیت جس کی بنیاد انجیل پر تھی۔ انجیل کے بدل جانے یعنے اپنے بنیادی پتھر کے ریزہ ریزہ ہو جانے سے مسمار ہو گیا۔ اور اس میں پناہ لینے والا نادان ہے۔

انجیل کی زبان مردہ ہے

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انجیل کی زبان عبرانی تھی۔ اور اس وقت عبرانی مردہ ہو چکی ہے کہیں بولی نہیں جاتی اسکا نام لیوا کوئی نہیں۔ اور کسی ملک میں بھی مروج نہیں۔ تو انجیل کے اصلی الفاظ کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ الفاظ کا سمجھنا لغت اور زبان پر موقوف ہے۔ اور زبان کے مردہ ہونے سے کتاب سے استفادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

ہندو دہرم کی بنیاد

پھر ہم ہندو دہرم کو لیتے ہیں۔ اس کے ماننے والے اپنے مذہب کی بنیاد ویدوں پر یقین کرتے ہیں۔ جو ان کے خیال میں ابتدائے دنیا میں چار رشیوں پر نازل ہوئے اس اصل کے مطابق ویدوں کی حالت پر جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو ان میں بھی بہت کچھ اختلاف نظر آتا ہے۔ پہلے تو ان کی تعداد ہی زیر بحث ہے۔ کوئی تین اور کوئی چار بتاتا ہے۔ اور کہیں یہ جھگڑا ہے۔ کہ جن رشیوں پر ان کو نازل شدہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے وجود سے ہی بعض کو انکار ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے بہت سے اختلافات نظر آتے ہیں۔

ویدوں میں تضاد

ایک طرف ویدوں کو ازلی اور قدیمی سمجھا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف انہی کا بیان ہے۔ کہ

"پہلے زمانہ میں جو عالم گیان میں بڑے بے عیب تھے وہ نہایت سکنت کیساتھ علمی فائدہ اور اولاد کی حفاظت کے لئے طلوع آفتاب کو مدنظر رکھ کر اپنے یگیہ وغیرہ کاموں کو کرتے تھے" جس سے ان کی ازلیت کی تردید ہوتی ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وید بہرحال اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہے۔ اور جب وید ہی بدل گئے۔ تو ہندو دہرم کا بھی بدلنا لازمی امر ہے کیونکہ کتاب جو بمنزلہ بنیاد کے ہے۔ اس کے بدل جانے سے مذہب بھی بدل جاتا ہے

ویدوں کی زبان

ویدوں کی زبان یعنے ویدک سنسکرت ایک ایسی زبان ہے۔ جو اس وقت نہ کہیں بولی اور نہ سمجھی جاتی ہے۔ خود ویدوں کے پیرو اس زبان سے ناآشنا اور ناواقف ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جس کتاب کی زبان کی یہ حالت ہے۔ اس کے معانی اور مطالب کا خود ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پس ویدک سنسکرت کے مردہ ہونے سے وید خود مردہ ہو گئے۔ اور ویدوں کے مردہ ہونے سے ہندو دہرم بھی مردہ ہو گیا۔

اسلام کی بنیاد بدستور ہے اور رہیگی

عیسائیت اور ہندو ازم کے متعلق یہ بتا دینے کے بعد کہ یہ مدار نجات نہیں ہو سکتے! کیونکہ ان کی بنیادوں میں تزلزل پیدا ہو چکا ہے۔ اب یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ صرف ایک مذہب اسلام ہی ہے۔ جو ان اعتراضات سے بالا ہے۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد قرآن کریم پر ہے۔ اور قرآن کریم میں کسی قسم کی تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ اپنی اصلی حالت پر قائم چلا آتا ہے۔ اور چلا جائیگا۔

سر ولیم میور کی شہادت

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے دشمنان اسلام بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور دشمن اسلام سر ولیم میور اپنی کتاب "The Quran" میں چند ایک واقعات اس بات کے ثابت کرنے کے لئے۔ کہ قرآن شریف واقعی اصلی حالت میں موجود ہے لکھنے کے بعد اس کتاب کے ۴۳ صفحہ پر لکھتا ہے۔

"یہ تمام ثبوت دل کو پوری تسلی دلا دیتے ہیں۔ کہ وہ قرآن جسے ہم آج پڑھتے ہیں۔ لفظاً لفظاً وہی ہے جسے نبی (صلعم) نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا تھا۔" والفضل ما شہدت بہ الاعداء ایسی بیسیوں شہادات کے علاوہ ہزاروں عقلی و نقلی دلائل سے بھی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ اور اس کا ایک شوشہ بھی تبدیل نہیں ہوا جو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ یہی وہ مذہب ہے۔ جس پر نجات کے لئے انسان اعتماد کر سکتا ہے۔

عربی زندہ زبان ہے

پھر جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ کتاب کے سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کی زبان زندہ زبان ہو۔ قرآن کریم کی زبان عربی ہے۔ اور اگر اس کے کسی لفظ کے سمجھنے میں ہمیں دقت پیش آئے۔ تو فوراً لغت اور اہل زبان کے محاورات سے اسے حل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم کی زبان ویدک سنسکرت یا عبرانی کی طرح مردہ نہیں۔ بلکہ زندہ ہے۔ حتیٰ کہ بعض ان علاقہ جات میں جو یہودیوں اور عیسائیوں سے آباد ہیں۔ عربی زبان بولی جاتی ہے۔ بلکہ نزول قرآن کے وقت مثلاً عراق میں فارسی مصر میں قبطی اور شام میں سریانی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ مگر نزول قرآن کے بعد ان تمام علاقوں کی زبان عربی ہو گئی اور پہلی السنہ ملیامیٹ ہو گئیں۔ پس یہ خصوصیت اور فضیلت اسلام اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ اس کی کتاب زندہ کتاب ہے؛

مراسلات

جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب

کے متعلق

جذبات محبت اور اخلاص کا اظہار

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل قادیان - زاد لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے معزز اخبار مورخہ ۲ فروری سنہ ۱۹۳۳ء کا لیڈر پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔ آپ نے جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے قابل رشک اخلاص اور دینی خدمات کا جن مناسب الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کی دراصل ضرورت تھی۔ آپ کے اس مضمون کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس میں جذبات اور بے جا محبت سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس میں صداقت ہے۔ حقیقت ہے۔ اور واقعی ضرورت اس کی ہے کہ ہمارے احمدی نوجوان ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے بوڑھے احمدی بھی جناب چوہدری صاحب کے قابل رشک اخلاص و دینی خدمات سے سبق حاصل کریں:

ایک مرتبہ جس وقت جناب چوہدری صاحب لنڈن سے تشریف لائے۔ اور سیدھے قادیان گئے ہیں۔ اسی وقت میرے دل نے پرزور طریقہ سے محسوس کیا تھا۔ اور میں نے اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں سے بھی کیا تھا کہ جناب چوہدری صاحب جس قدر دنیوی مراتب میں بڑھ رہے ہیں۔ اسی قدر احمدیت کا اثر آپ پر نمایاں ہو رہا ہے۔ اور آپ اخلاص میں بڑھ رہے ہیں۔ دور دراز کے سفر کے بعد جی چاہتا ہے۔ کہ سب سے پہلے گھر چلو۔ بیوی بچوں سے ملو۔ دوست احباب سے ملاقات کرو۔ لیکن برخلاف اس کے ہمارا یہ نوجوان مخلص سب سے پہلے اس ذات بابرکات کے پاس پہنچتا ہے۔ جس کے متعلق اس کا عقیدہ ہے۔ کہ یہ جو کچھ ملا ہے۔ اسی کی دعاؤں کی بدولت ہے۔ سال گزشتہ جون میں جب آپ قائمقام ایجوکیشن ممبر گورنمنٹ آف انڈیا ہوئے ہیں۔ تو پہلے میں نے آپکو کوئی خط مبارکباد کا نہ لکھا۔ کیونکہ دل دھڑکتا تھا۔ ڈرتا تھا۔ خوف تھا۔ جناب چوہدری صاحب کی شخصیت سے خدانخواستہ خائف تھا۔ ان کی ممبری سے ڈر نہ تھا۔ بلکہ خیال تھا تو یہ تھا۔ کہ میں نے خط لکھا۔ اور چوہدری صاحب نے جواب نہ دیا۔ یا اگر جواب دیا۔ تو اپنے اونچے عہدہ کو مدنظر رکھ کر دیا۔ تو مجھ ایسے غیور کو جو احمدیت کی وجہ سے برابری کا دعویدار ہے۔ ضرور ناگوار گزریگا۔ اسی کشمکش میں تھا۔ کہ آخر ایک دن یہ خیال آیا۔ کہ اگر احمدیت کی وجہ سے کچھ کمی بھی ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ اور فوراً ایک خط مبارکباد کا جناب چوہدری صاحب کی خدمت میں لکھدیا۔ خلاف توقع چوتھے دن حسب ذیل جواب موجود تھا۔ ناظرین خیال فرمائیں۔ کہ جو چیز اور پھر اچھی چیز خلاف توقع ملے۔ اس کو پا کر کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی میرا حال اس خط کو پڑھ کر ہوا۔ اور روئیں روئیں سے اور ہر ریشہ قلب سے چوہدری صاحب کے لئے دعائیں نکلیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دہلی ۳ جون سنہ ۱۹۳۲ء

برادرم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والا نامہ شرف صدور لایا۔ جزاک اللہ۔ آپ تو نہیں جانتے۔ کہ آپ مجھ سے واقف ہیں۔ یا نہیں؟ - لیکن میں خوب جانتا ہوں۔ کہ میں آپ چاروں بھائیوں (مکرم چوہدری صاحب کو علم نہ تھا۔ کہ جس وقت ممدوح نے خط لکھا تھا۔ اس وقت ہم پانچ بھائی تھے۔ مگر اب دراصل چار بھائی رہ گئے ہیں۔ بڑے بھائی حکیم مولانا سجاد حسین صاحب کا انتقال ہو گیا) سے اچھی طرح واقف ہوں۔ جماعت کے احباب کی خدمت میں بھی میری طرف سے شکریہ ادا کر دیں۔ اور دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے مجھے توفیق عطا فرمائے۔ کہ میں اپنے فرائض اس کی رضا اور خوشنودی کے مطابق ادا کر سکوں۔ والسلام

خاکسار ظفر اللہ خان

داستان محبت فی الحال لمبی ہوتی جاتی ہے۔ مگر بغیر پورا قصہ بیان کئے چین بھی تو نہیں پڑتا ہے۔ پہلے جب کبھی جناب چوہدری صاحب لکھنؤ تشریف لاتے۔ تو مجھے یاد نہیں۔ کہ خاکسار کو اپنے آنے کی اطلاع دی ہو۔ بڑے بھائی ڈاکٹر محمد عمر صاحب کے ہاں قیام ہوا ہے۔ ان کو اطلاع دیتے ہوں گے۔ اب کے ۷ اگست سنہ ۱۹۳۲ء کو آپ کا خط انگریزی میں شملہ سے آیا۔ کہ میں کلکتہ جا رہا ہوں۔ واپسی پر ۱۴ اگست کو چند گھنٹوں کے لئے لکھنؤ میں بھی ٹھہروں گا۔ آپ مجھے ملیں۔ اور نیز ماسٹر عبد العزیز صاحب احمدی کو بھی میری آمد کی اطلاع دیدیں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ جناب چوہدری صاحب نے زیادہ مرتبہ پایا۔ تو ہر بات میں زیادتی کی۔ محبت اور اخلاص میں بھی زیادتی ہوئی۔ احمدیوں کو کیوں فراموش کیا جاتا۔ ان سے بھی زیادہ محبت ہو گئی۔ ۱۴ اگست سنہ ۱۹۳۲ء کا دن ہمارے خاندان کے لئے ایک رنج و محن کا دن تھا۔ زیادہ حصہ رونے میں گزرتا تھا۔ کیونکہ برادر بزرگ کو سپرد خاک کئے ہوئے ابھی دو تین دن ہوئے تھے۔ ۱۱ اگست سنہ ۱۹۳۲ء کو آپ کا انتقال ہوا تھا۔ اور ۱۲ اگست کو "حمیدہ خاتون" کے پاس ہی قبرستان عیش باغ لکھنؤ میں سپرد خاک کیا تھا۔ ماتم پرسی کرنے والوں کی آمد جاری تھی۔ ایسی حالت میں میں جناب چوہدری صاحب کی خاطر کیا کر سکتا تھا جیسے تیسے مشکل دل کو سنبھال کر اسٹیشن پہنچ گیا۔ اور چوہدری صاحب سے ملا۔ اب کے مرتبہ اپنے ممدوح میں بین فرق پایا۔ دنیادار عہدہ پاکر اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ مگر ہمارا نوجوان احمدیت میں اور بھی ڈوب گیا تھا۔ جناب چوہدری صاحب کے سیلون میں جا کر معلوم ہوا۔ کہ محترم عزیزنا حافظ ناصر احمد صاحب مولوی فاضل سلمہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہیں۔ نیز ہمارے پرانے مہربان سید انعام اللہ شاہ صاحب بھی ہیں۔ ان ہر دو سے ملکر از حد خوشی ہوئی۔ میاں صاحب تو اپنی خاندانی خصوصیات پر بجنبہ قائم ہیں۔ لیکن ہمارے سید صاحب کو ہم لوگوں کے پہچاننے میں جو تکلف ہوا۔ اس کا ہم سب کو تعجب ہوا۔ ایجوکیشن ممبری کا معزز ترین عہدہ پا کر جو امور دنیادار دماغ میں آ جاتے ہیں۔ ان کا جناب چوہدری صاحب میں شائبہ بھی نہ تھا۔ ہاں اگر کچھ اثر تھا۔ تو بقول شوکت صاحب تھانوی ہمارے پرانے مہربان سید صاحب میں تھا:

مکرم چوہدری صاحب کو میں لکھ چکا تھا۔ کہ آپ کو اپنے خادم کے یہاں قدم رنجہ فرما کے چار نوشی کرنا ہو گی۔ چنانچہ آپ معہ ہر دو اصحاب کے تشریف لائے۔ اور عزت افزائی فرمائی افسوس ہے۔ کہ میں اپنے برادر بزرگ کی وفات کے باعث اس موقعہ پر نہ تو جناب چوہدری صاحب کی خاطر خواہ مدارات کر سکا اور نہ اپنے دوستوں کو اطلاع دے سکا۔ صرف گھر کے ممبر موجود تھے۔ ان پر جناب چوہدری صاحب کی اس آمد کا اثر کیا ہوا۔ اس کو جناب شوکت صاحب تھانوی سے جا کر پوچھئے۔ یا پھر جناب مولوی محمد یوسف علی صاحب انصاری تحصیلدار لکھنؤ سے دریافت کیجئے۔ جو اس وقت موجود تھے۔ ان ہر دو پر چوہدری صاحب کی اس سادہ زندگی کا اور خاکسار ایسے غریب و بیکس احمدی کے ہاں چلے آنے پر جو اثر ہوا ہے۔ اس کو میرے الفاظ ادا کرنے سے قطعاً قاصر ہیں۔ یہ ہر دو صاحب حیرت میں تھے کہ احمدیت ایسی کایا پلٹ دیتی ہے۔ اور اس قدر اخوت پیدا کرتی ہے۔ کہ بڑے اور چھوٹے کا امتیاز رہتا ہی نہیں ہے

غرضیکہ ہمارے چوہدری صاحب اپنے اس برتاؤ سے ایک خاص رنگ کی تبلیغ کر گئے۔ اور احمدیت کا ایک خاص اثر چھوڑ گئے جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرۃ۔ سچ بھی یہی ہے۔ کہ مجھ ایسے غریب لاچار اور بے کس احمدی سے جو احمدی بھی ملتا ہے۔ وہ صرف احمدیت کی محبت کی وجہ سے ملتا ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہمارے چوہدری صاحب کا وجود نہ صرف نوجوانوں کے لئے بلکہ دراصل ہمارے اکثر بوڑھوں کے لئے قابل قدر مثال ہو رہا ہے۔ اور انشاء اللہ اور زیادہ ہو گا۔ اب صرف ایک تمنا ہے کہ مکرم چوہدری صاحب

باجلاس جناب شیخ عبدالغنی صاحب نائب تحصیلدار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم جھنگ

مولوی نور محمد ولد سلطان محمود قوم چیلہ سکنہ داسوآستانہ بنام

نمبر شمار	نام	ولدیت	ذات	سکونت
(۱)	منی سنگھ	جوند سنگھ	نارنگ	گمیانہ
(۲)	روپ سنگھ	گورکھ سنگھ	"	"
(۳)	متوال	موتی رام	تنیجہ	"
(۴)	کانشی رام	"	"	"
(۵)	سندر سنگھ	جودھ سنگھ	"	"
(۶)	صاحب سنگھ	"	"	"
(۷)	تیج بھان	"	"	"
(۸)	منی رام	دیویداس	"	"
(۹)	رام دتہ مل	گنگا رام	کھوگر	"
(۱۰)	چندر پرکاش	دیویدیال	سیٹھر	"
(۱۱)	کرشن پرکاش	"	"	نابالغ
	بولایت چندر پرکاش			
(۱۲)	گوردتہ رام	رام نرائن	نیکال	گمیانہ

تقسیم اراضی کھاتہ ۲ ۱۳ چک آبادی واقع موضع گمیانہ

اشتہار زیر آرڈر (۵) رول (۲۰) ضابطہ دیوانی

بنام :- مسمی تیج بھان ولد جودھ سنگھ ذات تنیجہ سکنہ گمیانہ حال سٹوڈنٹ دیال سنگھ کالج لاہور

بمقدمہ مندرجہ بالا میں مسمی تیج بھان حصہ دار تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور دیدہ دانستہ حاضر نہیں ہوتا۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ حصہ دار مذکور بتاریخ ۲۳/۲/۱۴ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ ۳۳/۱/۳۱ دستخط :- اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم جھنگ

باجلاس جناب شیخ عبدالغنی صاحب نائب تحصیلدار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم جھنگ

مولوی نور محمد ولد سلطان محمود قوم چیلہ سکنہ داسوآستانہ مدعی بنام

نمبر شمار	نام	ولدیت	ذات	سکونت
(۱)	منی سنگھ	جوند سنگھ	نارنگ	گمیانہ
(۲)	روپ سنگھ	گورکھ سنگھ	"	"
(۳)	متوال	موتی رام	تنیجہ	"
(۴)	کانشی رام	"	"	"
(۵)	سندر سنگھ	جودھ سنگھ	"	"
(۶)	صاحب سنگھ	"	"	"
(۷)	تیج بھان	"	"	"
(۸)	منی رام	دیویداس	"	"
(۹)	رام دتہ مل	گنگا رام	کھنگر	"
(۱۰)	چندر پرکاش	دیویدیال	سیٹھر	"
(۱۱)	کرشن پرکاش	"	"	نابالغ
	بولایت چندر پرکاش			
(۱۲)	گوردتہ رام	رام نرائن	کینال	گمیانہ ۲۳

تقسیم اراضی کھاتہ نمبر ۳۶۸/۳۳۲ چک آبادی واقع موضع گمیانہ

اشتہار زیر آرڈر (۵) رول (۲۰) ضابطہ دیوانی

بنام :- تیج بھان ولد جودھ سنگھ ذات تنیجہ سکنہ گمیانہ حال سٹوڈنٹ دیال سنگھ کالج لاہور

بمقدمہ مندرجہ بالا میں مسمی تیج بھان حصہ دار تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور دیدہ دانستہ حاضر نہیں ہوتا لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ حصہ دار مذکور بتاریخ ۲۳ حاضر عدالت نہیں ہوگا تو اس کے

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

گاندھی جی نے ۵ فروری کو وائسرائے ہند کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں مندر پرویش بل کو اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت دینے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ بل دراصل پروداپیکٹ کا ایک حصہ ہے۔ آپ نے وائسرائے کو "میرے پیارے دوست" کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔

جگت گورو شنکر آچاریہ نے جو اس وقت سناتنیوں کے بہت بڑے مذہبی پیشوا ہیں۔ مندر پرویش بل کے محرک مسٹر رنگا آئر کو ایک تار دیا ہے کہ گمراہی سے بچو اور جو قدم اٹھا چکے ہو۔ وہ واپس لے لو۔ سناتن دھرم کا ستیاناس نہ کرو۔ مسٹر رنگا آئر نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اگرچہ جگت گورو شنکر آچاریہ کا احترام میرے دل میں بہت ہے۔ لیکن بل کو میں واپس نہیں لے سکتا۔

دہلی سے ۴ فروری کی اطلاع ہے کہ اسمبلی کے بعض ممبر ایک ڈیپوٹیشن وائسرائے کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ کہ پولیٹیکل قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر فضا خوشگوار نہیں ہو سکتی۔

انڈین چیمبر آف کامرس کلکتہ نے گورنمنٹ ہند کو تار دیا ہے کہ صنعت پارچہ بافی کی خستہ حالی کے باعث بمبئی کے متعدد کارخانے بند ہو چکے ہیں۔ اور کئی بند ہونے والے ہیں ہزارہا مزدور بیکار ہو گئے ہیں۔ اگر صورت حالات کا مقابلہ نہ کیا گیا۔ تو خطرناک نتائج کا احتمال ہے ٹیرف بورڈ کی رپورٹ فوراً شائع کی جائے۔ اور گورنمنٹ اپنے ارادوں کا اعلان فوراً کرے۔

ریاست جموں و کشمیر کے سکھوں نے اپنی حکومت کو لکھا ہے کہ اب تک ہمارے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ جو سخت قابل افسوس امر ہے۔ ریاست کے اندر پنجاب کی طرح گورودوارہ ایکٹ بنایا جائے۔ سکھوں کو سرکاری ملازمتوں میں خاص حقوق دیئے جائیں۔ اور جو سکھ ملازمین تخفیف میں لائے گئے ہیں۔ انہیں بحال کیا جائے۔

جرمنی کے سابق قیصر کی اپنے ملک میں واپسی کے متعلق جو خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ قیصر کی طرف سے ان کی زبردست تردید کی گئی ہے اور اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جب تک تمام قوم ان کو واپس نہ بلائے۔ وہ واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

روما سے ۴ فروری کی اطلاع ہے کہ کوہ ویسوویس کے آتش فشاں پہاڑوں سے آگ کے شعلوں اور گرم پتھروں کی زبردست بارش شروع ہو گئی ہے۔ نیپلز کے ہزارہا خاندان اور ارد گرد کے دیہاتی اپنے مکانات کو خوف کی وجہ سے چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ اور کھلے میدانوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

برار کی واپسی کے متعلق دہلی سے ۵ فروری کی اطلاع ہے کہ اس کا فیصلہ ہو گیا ہے اگرچہ تفصیلات طے ہو رہی ہیں۔ نئے انتظام کے ماتحت نظام کو برار کا حاکم اعلیٰ قرار دیا جائیگا۔ لیکن انتظام برطانوی افسروں کے ہاتھ میں رہیگا۔ جو ملک معظم کی حکومت نظام کی حکومت کو مستعار دیگی۔

نائب وزیر ہند نے ۴ فروری کو لندن میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ حکومت پر سب سے زیادہ ذمہ واری ہندوستان کے معاملہ میں عاید ہوتی ہے۔ جہاں ایک طرف امن و امان قائم رکھنے کی کوشش ہو رہی ہے اور دوسری طرف تدریجی طور پر آئینی ترقی بروئے کار لائی جا رہی ہے۔

مقدمہ سازش دہلی کے ملزموں کے خلاف جو انفرادی مقدمات چلائے جائینگے۔ ان کی سماعت کے لئے مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کو سپیشل مجسٹریٹ مقرر کیا گیا ہے۔

پنجاب کونسل کے بجٹ سیشن میں میونسپل ایکٹ میں ترمیم کے سرکاری بل پیش ہونگے۔ اور سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ ۲۴ فروری کو پیش ہوگی۔ ملک محمد الدین صاحب کی طرف سے ایگریکلچر [illegible] انکم ٹیکس بل اور میونسپل امینڈمنٹ بل میں ترامیم پیش کی جائیں گی ان بلوں کے متعلق وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ اور یونینسٹ پارٹی میں سمجھوتہ کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ جو اگر ناکام ہوئیں تو پارٹی بحث کے موقعہ پر اجلاس سے واک آؤٹ کر جائیگی۔

انگلستان کے مشہور ناولسٹ اور ڈرامانویس مسٹر گلازوردی کی وفات چند روز ہوئے ہوئی ہے۔ آپ نے وصیت کر کے ۹۰۰۰ پونڈ کی خطیر رقم "پن کلب" کو دی ہے جس کے آپ صدر تھے۔ اور جو علم و ادب کی خدمت کے لئے قائم ہے۔

برلن سے ۳ فروری کی خبر ہے۔ کہ آج پولیس نے ٹریڈ یونین کی انجمنوں کے کئی ہیڈ کوارٹروں اور کمیونسٹوں کے کلبوں پر قبضہ کر لیا کئی مقامات سے کمیونسٹوں اور نازیوں کے درمیان تصادم کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ گنڈسر میں کمیونسٹوں نے لوہے کے ایک کارخانہ میں آگ لگا دی۔ پولیس کا بیان ہے کہ ایسے کئی مقامات سے اس امر کی تحریری شہادت مل گئی ہے۔ کہ کمیونسٹ مسلح بغاوت کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

بڈھلاڈا سے ۲ فروری کو حفیظ اللہ صاحب سکرٹری انجمن امداد المسلمین بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔ بڈھلاڈا اور تلونڈی کے مسلمان دفعہ ۱۴۴ تعزیرات ہند کے نفاذ پر بے حد پریشان ہیں ان کے پر امن اور پرسکون رویہ کے باوجود ایسے احکام کا مقصد صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ان غریبوں کو اس علاقہ سے نکلنے پر مجبور کیا جائے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ مصیبت زدہ مسلمان ترک وطن کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں۔ مسلمانان ہند سے درخواست ہے کہ وہ اس مصیبت کے وقت اپنے بھائیوں کی امداد کریں اور تمام اسلامی ہند بیک آواز حکومت کو ان احکام کی تنسیخ پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے۔ اور بے گناہ مسلمانوں کے قاتلوں کی سازش کا قلع قمع کرتے ہوئے انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی سعی کی جائے۔

مسٹر عبدالرحیم رکن اسمبلی کا ارادہ ہے کہ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں یہ سوال اٹھایا جائے۔ کہ قبل اس کے کہ اصلاحات کے بل کو پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے۔ مجلس وضع قوانین میں اس پر بحث ہونی چاہیئے۔ آپ کا خیال ہے۔ کہ اسمبلی کو بہ حیثیت مجموعی اصلاحات کے بل پر رائے زنی کا حق حاصل ہے۔ یہ معاملہ ابھی مشکوک ہے۔ کہ حکومت اس معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرے گی۔

سید راس مسعود وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے ۵ فروری کو اڑیسہ مسلم کانفرنس کا افتتاح کیا۔ اڑیسہ کے تمام اضلاع سے قریباً پانچ ہزار مندوبین شامل تھے۔ بعض سر کردہ ہندو رہنماؤں نے بھی ہمدردی کا اظہار کیا۔ تمام مقامی اداروں اور اڑیسہ کے آئندہ کابینہ میں جداگانہ انتخاب پر زور دیا گیا

فرمانروائے بھوپال ۵ فروری کو دہلی تشریف لائے ہیں۔ اور ڈانکور ہاؤس میں فروکش ہیں۔

مسٹر ڈیم۔ ۳ فروری [illegible] ایا کی اطلاع مظہر ہے کہ ڈچ بحری [illegible] میں بغاوت ہو گئی۔ جزائر ہند ا[illegible] کے [illegible] جہازوں پر ملازم تھے۔ اور بندرگاہ میں [illegible] شریک ہونے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کو گرفتار کر لیا گیا اور بعد میں جزیرہ مڈل میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں ان کا کورٹ مارشل کیا جائیگا۔

انڈین نیشنل کانگرس کے سالانہ اجلاس کے انعقاد کے سلسلہ میں ڈاکٹر سید محمود نے ۳ فروری کلکتہ میں نمایندے فری پریس سے کہا کہ اجلاس کی تاریخ اور مقام کے متعلق میں ابھی کوئی پختہ بات نہیں کہہ سکتا۔ ایک اور سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ حکومت اور کانگریس کے درمیان صلح ہو سکنے کی بابت مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ کانگرس کسی باعزت سمجھوتہ کو منظور کرنے کو تیار ہے لیکن اگر کسی شخص کا یہ خیال ہے۔ کہ کانگرس صلح کے لئے التجا کرے گی۔ تو اس کا یہ خیال قطعی غلط ہے۔